بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوریؒ مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور
مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ

رحیمیہ

لاہور

اپریل 2018ء / رجب المرجب 1439ھ جلد نمبر 10، شمارہ نمبر 4

قیمت: 20 روپے سالانہ ممبر شپ: 200 روپے تین سالہ ممبر شپ: 500 روپے

مجلس ادارت
سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

فہرست مضامین

o متقین کے مزید اوصاف
o مال کا درست استعمال
o حضرت عیاض بن غنم قریشی فہری رضی اللہ عنہٗ
o مسائل کا ذمہ دار کون ہے؟
o سیاست، سرمایہ اور جمہوریت
o سیاست میں ''الکوحل'' کا استعمال
o موت کے بعد اعمال کے نتائج کی حقیقت
o قومی شاہی نظاموں کی نگرانی کا خانقاہی نظام
o ''۔۔۔۔۔کھجور میں اُٹکا''
o ''محاصرہ، فاقہ کشی، ہتھیار ڈالنا''
o اعمال اور اُن کے نتائج کی حقیقت
o اچھے اور بُرے اعمال والے لوگ
o ظاہری ملمع کاری اور باطن تاریک تر
o بدعملی سے بچنے کی ضرورت ہے
o سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسند نشین خامس مدظلہٗ کی قصور آمد
o ادارہ رحیمیہ لاہور میں تقریب تکمیل صحیح بخاری شریف کا انعقاد
o امام المجاہدین حضرت اخوند عبدالغفور سواتیؒ
o ادارہ رحیمیہ لاہور کے ''السعید بلاک'' کا افتتاح
o دینی مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہٗ مسند نشینِ ثانی خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا:

''جب آئندہ (کے حالات) کا تصور کرتا ہوں تو سخت بے چین ہو جاتا ہوں۔ بعض اوقات میری نیند اُڑ جاتی ہے۔ کیوں کہ (عام) لوگوں پر دہریت کا غلبہ ہوتا جا رہا ہے۔ دہریت کی طرف تو ساری دنیا جا رہی ہے، مگر روس (کے لادینی نظریات) مذاہب کے حق میں ہیضہ (کی بیماری) اور انگریز (یعنی مغرب کا لادینی سرمایہ دارانہ نظام) دِق (ٹی بی کی بیماری کی طرح) ہے۔

ہندوستان کی آزادی سے ہوسکتا ہے کہ ملک فارغ البال (خوش حال) ہو جائے، مگر مذہبی ترقی یا (مروّج الفاظ میں) مذہبی بچاؤ کی کوئی تحریک اس وقت موجود نہیں اور برائے نام اگر موجود ہے تو وہ (جذباتی اور فرقہ وارانہ ماحول کی وَجہ سے) ایسے حالات اور حیثیت میں نہیں کہ کارگر اور کامیاب ہوتی نظر آتی ہو۔''

(مجلس ۶ر رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ/ 4راگست 1946ء رائے پور)
(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 122، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

رقومات کی ترسیل بنام ''ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ لاہور'' اکاؤنٹ نمبر 0010030341820010 الائیڈ بینک مزنگ چونگی برانچ لاہور، برانچ کوڈ 0533

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر حضرت مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

متقین کے مزید اوصاف

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝

(اور وہ لوگ جو ایمان لائے اُس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تیری طرف اور اُس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں۔) (4:2)

اس آیتِ مبارکہ میں متقین کے مزید تین اوصاف بیان کیے جا رہے ہیں۔ قرآن حکیم جس کامیاب جماعت کی نشان دہی کر رہا ہے، اس میں یہ تمام اوصاف مجموعی طور پر پائے جاتے ہیں۔ ایسی متقی جماعت ہی دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوگی۔ قرآن کی تعلیم سے ایک سچے مسلمان میں درجِ ذیل مزید تین اوصاف پیدا ہوتے ہیں:

1۔ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ (آپؐ پر جو قرآن نازل کیا گیا، اس پر ایمان رکھنا) غیب پر ایمان کے نتیجے میں متقین میں ایک مزید یہ وصف پیدا ہوتا ہے کہ وہ نبی اکرمؐ پر نازل ہونے والی کتابِ مقدس کی حقانیت پر یقین رکھتے ہیں۔ سوسائٹی کے عقل مند اور سمجھ دار لوگ معاشروں کے مسائل پر غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔ ان اسباب و علل کا جائزہ لیتے ہیں، جو انسانوں کے فطری تقاضوں کی تکمیل کے لیے ضروری ہوں اور بہترین حل سامنے آئے۔ کسی کتاب میں اُن کے دل کی پکار کے مطابق ایک صحیح حل اور طریقۂ کار مل جائے تو وہ بے اختیار اُس کی حقانیت پر ایمان لے آتے ہیں۔ چناں چہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ وغیرہ حضرات صحابہ کرامؓ اس وقت کے جزیرۃ العرب کے حالات پر غور و فکر کیا کرتے تھے۔ عقل و شعور اور حکمتِ عملی کو کام میں لاتے تھے، لیکن راستہ نہیں مل رہا تھا۔ جب نبی اکرمؐ پر کتابِ مقدس نازل ہوئی اور اس نے انسانی فطرت کی تکمیل کا ایک جامع علمی اور عملی نظام واضح کیا تو ان کے حکمت پسند دماغوں اور بصیرت افروز قلوب میں غیب سے نازل ہونے والی اس کتاب پر پختہ یقین پیدا ہوا۔ انھیں محسوس ہوا کہ یہ تو ان کے دل کی پکار ہے۔ وہ اس پر دل سے ایمان لے آئے۔

صحابہ کرامؓ کو حضور اقدسؐ کی صحبت سے اُن اسباب و علل کی پوری پوری پہچان اور معرفت حاصل ہوگئی تھی کہ جن کی وَجہ سے شریعتیں نازل ہوتی ہیں۔ یہی وَجہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ جیسے حضرات اپنے دل میں بعض معاشرتی مسائل سے متعلق یہ محسوس کرتے تھے کہ اس مسئلے میں یہ وحیٔ الٰہی نازل ہونی چاہیے اور اس طرح کا قانون بننا چاہیے۔ چناں چہ ''موافقاتِ عمرؓ''، یعنی حضرت عمرؓ کے خیال کے موافق وحی کے نزول کے بہت سے واقعات احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ کسی قانون کے قانونی نفاذ کے تقاضوں اور اسباب کو سمجھنا ہی حکمت کہلاتا ہے۔ یہ حکمت صحابہ کرامؓ نے حضور اقدسؐ کی صحبت سے حاصل کی۔ قرآن میں اسی کو تعلیمِ کتاب و حکمت کہا گیا ہے۔

2۔ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ (آپؐ سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔) اللہ تعالیٰ کے غیبی نظام پر ایمان اور یقین رکھنے والے لوگوں کو یہ حقیقت سمجھ میں آجاتی ہے کہ اس کائنات کے اوّل سے آخر تک تمام امور اللہ تبارک و تعالیٰ کے قائم کردہ اسی غیبی نظام (حظیرۃ القدس اور ملاءِ اعلیٰ) کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ اس کے تحت ہی دنیا میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر دور میں اور ہر علاقے میں انبیا علیہم السلام کو بھیجا ہے۔ اُن پر انسانی ہدایت کے لیے کتابیں نازل کی ہیں۔ قوموں کے لیے راہِ راست واضح کی ہے۔ دنیا بھر کی مختلف اقوام کی علمی، عملی اور اَخلاقی نوعیت کو دیکھ کر انبیا علیہم السلام نے صحیح اور درست راستہ واضح کیا ہے اور معاشروں میں انقلابات پیدا کیے ہیں۔ یہ تمام کتابیں اور انبیا علیہم السلام کے سلسلے اللہ کی جانب سے قائم کردہ اُسی غیبی نظام (حظیرۃ القدس اور ملاءِ اعلیٰ) کے ماتحت ہیں۔ جب ایک مسلمان غیب پر پختہ یقین پیدا کر لیتا ہے تو ہر دور میں نازل ہونے والی انبیاؑ کی تعلیمات کی حقیقت کو بھی جان لیتا ہے۔ ان تمام انبیاؑ کی مشترکہ تعلیمات اور حنفی افکار و اعمال کا بھی فہم حاصل کر لیتا ہے۔

اس صورت میں ایک متقی فرد اس پر ایمان رکھتا ہے کہ گزشتہ انسانی تاریخ میں جن انبیا علیہم السلام پر کتابیں نازل ہوئیں، ان کا منبع اور مرکز یہی حظیرۃ القدس اور ملاءِ اعلیٰ کا غیبی نظام ہے۔ ہر دور کی انسانی ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق انسانی معاشروں کو ترقی دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کائنات کے عالم گیر نظام کے تحت یہ کتابیں نازل کی ہیں۔ لہٰذا وہ ان کتابوں کی حقانیت کو بھی پورے طور پر تسلیم کرتا ہے۔ اس طرح اسے بین الاقوامی مسائل کا بھرپور ادراک ہو جاتا ہے۔ ان کے حل کی حکمتِ الٰہی سمجھ میں آجاتی ہے۔ ان گزشتہ کتابوں میں مسائل کے حل کے لیے دیے گئے احکامات اپنے اُس دور کے مطابق برحق تھے۔ لیکن اِس موجودہ دور میں اُن احکامات پر عمل سے انسانی مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ اس دور کے مسائل حل کرنے کے لیے قرآن حکیم کا نزول ضروری تھا۔ اس طرح خالقِ کائنات کے قائم کردہ عالم گیر نظام کے تسلسل و ارتقا اور اس کے مختلف مراحل میں آنے والی تعلیماتِ الٰہیہ کا ایک مربوط نظام سمجھ میں آجاتا ہے۔ اس نظام کی حقانیت سمجھ لینے کے بعد ذاتِ باری تعالیٰ پر ایمان و یقین کی کیفیت بہت بلند ہو جاتی ہے۔

3۔ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ (وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔) انسان جب اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ اس عالم گیر نظام کا ادراک حاصل کرتا ہے، اس میں کارفرما حکمتِ الٰہی کو سمجھ لیتا ہے، وحیٔ الٰہی کی حقانیت پر ایمان رکھتا ہے، حال اور مستقبل کے مسائل حل کرنے والی کتابِ مقدس قرآن حکیم پر یقین رکھتا ہے، ماضی کے مسائل کے لیے نازل ہونے والی سابقہ الٰہی کتابوں کی حقانیت کو مانتا ہے، ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ کے تسلسل سے وابستہ ہو جاتا ہے تو ان تمام تعلیمات کا نتیجہ آخرت پر ایمان کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ان تعلیمات میں اس دنیا کے بعد آخرت میں پیش آنے والے امور کی خوب وضاحت کی گئی ہے۔ دوسرے یہ کہ جو عالم گیر نظام اس تغیر پذیر دنیا میں مختلف مراحل سے گزر رہا ہے، وہ ایک دن ضرور اختتام کو پہنچے گا۔ جس میں انسانوں کے اعمال اور اَخلاق کے نتائج ظاہر ہوں گے۔ آخرت پر اُس کا یہ یقین اس کے اعتماد اور حوصلے کو بلند کرتا ہے۔ یقین بڑھتا ہے۔

ان آیات کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ قرآنی تعلیمات متقین کی ایک ایسی جماعت پیدا کرتی ہیں جن میں یہ بلند پایہ اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایسی کتاب ضرور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہے۔ اس میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

www.rahimia.org

درسِ حدیث

تشریح: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

مال کا درست استعمال

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ''مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُولُ الْآخَرُ: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا.'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر 1442)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر روز جب بندے صبح کے وقت اُٹھتے ہیں، دو فرشتے آسمان سے اُترتے ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ: اے اللہ! (لوگوں پر) خرچ کرنے والے کو مزید دے۔ اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! (لوگوں سے) مال کو روک رکھنے والے کا مال تباہ کردے۔'')

اس حدیثِ مبارکہ میں انسان کو مال کے درست استعمال کے بارے میں رہنمائی دی گئی ہے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ سے ان لوگوں کے لیے اپنی رحمتوں اور انعامات کے دروازے کھول دینے کی دعا کرتے ہیں، جو مال کو مفید اور اچھی جگہ پر خرچ کرتے ہیں۔ اور مال کو روک رکھنے والوں کے لیے اللہ کے عذاب کی بددعا کرتے ہیں۔ مال کا درست استعمال یہ ہے کہ انسان اسے جائز جگہوں پر خرچ کرے۔ مالی ذمہ داریوں کو بہ خوبی نبھائے۔ غلط استعمال یہ ہے کہ اس کو اللہ کی ناپسندیدہ جگہوں پر خرچ کیا جائے، یا مال کو اس طرح جوڑ جوڑ کر رکھا جائے کہ اس کو جائز جگہوں پر بھی خرچ نہ کیا جائے۔ اور مال پرستی کا مرض انسان میں آجائے کہ وہ ہر وقت اس دُھن میں مگن رہے کہ کسی طرح زیادہ سے زیادہ مال جمع ہوجائے، لیکن نہ کسی کی ضرورت پوری کرے اور نہ ہی کسی اجتماعی مقصد پر خرچ کرے۔

یہ حدیث ایسے معاشی نظام کی ضرورت کو بیان کرتی ہے جو تعاونِ باہمی اور ایثار و ہمدردی کے عمدہ اَخلاق کی عادت انسانوں میں پیدا کرے۔ لہٰذا وہ نظامِ معیشت جو دولت کی منصفانہ تقسیم اور اجتماعی ذمہ داریوں کی ادائیگی کا ہو، وہی درست نظام ہے۔ اور وہ نظام جو دولت کے اکتناز وارتکاز اور مخصوص طبقات کے پاس دولت جمع کرنے کا ہو، اسے کوئی بھی لبادہ اوڑھا دیا جائے، وہ غلط نظامِ معیشت ہے۔ اس سے معاشرے میں بھوک، افلاس اور بدحالی پیدا ہوتی ہے اور لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے میں پریشان محتاج اور مجبور ہوجاتے ہیں۔ اس نظام سے عذابِ الٰہی آجاتا ہے۔ اسے ختم کرنا ضروری ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کا ہمارا معاشی نظام سرمایہ دارانہ اور دولت کے اِرتکاز کا ہے۔ استحصال اور دولت کی جمع بندی اور وسائل کے غلط استعمال کا ہے۔ آج ہمارے ملک کے اندر جو مشکلات اور پریشانیاں ہیں، اس کا ایک بڑا اور اہم سبب اس حدیثِ مبارکہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے ہمیں اس زاویے سے غور کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ ہمارا معاشی نظام درست ہوجائے۔ اللہ کی رحمتوں کے ہم مستحق قرار پائیں اور اس نظامِ معیشت سے ہم نجات حاصل کرلیں، جو اللہ کے عذاب کا سبب ہے۔

صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

حضرت عیاض بن غنم قریشی فہری رضی اللہ عنہ

حضرت عیاض بن غنم قریشی فہری رضی اللہ عنہ، نیک وصالح اور خُلقِ سماحت وسخاوت کے مالک تھے۔ آپؓ کا لقب ''زاد الرّکب'' (قافلوں کا توشہ) تھا۔ اپنا زادِ راہ بھی دوسروں کو دے دیتے تھے۔ اگر وہ بھی ختم ہوجاتا تو اپنی سواری کا اونٹ بھی ذبح کرکے کھلا دیتے۔ اپنے پاس کچھ نہ رکھتے تھے۔ کسی کے سوال کو رد نہ کرتے تھے۔ حضرت عیاضؓ، حضرت ابوعبیدہ ابن الجراحؓ کے چچازاد بھائی تھے۔ آپؓ ہجرتِ ثانیہ میں حبشہ گئے۔ وہاں سے مدینہ آئے۔ بدر واُحد اور خندق وغیرہ تمام غزوات میں آں حضرتؐ کے ساتھ رہے۔ آپؓ نے 30 ہجری میں وفات پائی۔ عہدِ صدیقیؓ میں جب نجد و یمامہ قابو میں آگئے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت عیاضؓ کو جو نجد میں مقیم تھے، لکھا کہ: ''وہ مسلمان جو مرتد نہ ہوئے اور اسلام پر بہ دستور قائم رہے، یعنی مضبوط ذہنی ومنظّم قوت اپنے ہمراہ لے کر بالائی عراق پر حملہ آور ہوں اور خالدؓ بن ولید اپنا لشکر لے کر زیریں عراق کی طرف جائیں۔''

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے وقت حضرت عیاضؓ دومة الجندل کے حاکم تھے۔ یہ علاقہ عراق، جزیرہ، ایران اور شام کا مقامِ اتصال تھا اور اسی لیے ان کی معرکہ آرائیوں کا اثر دربارِ ایران و دربارِ ہرقل دونوں پر پڑ رہا تھا۔ حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کے حکم پر آپؓ کو پانچ ہزار لشکر کے ساتھ ایک مہم پر مامور کیا۔ عراق سے جزیرہ کی طرف بڑھے اور شہر رُہا کے قریب جو کسی زمانے میں رومن ایمپائر کا یادگار مقام تھا، ڈیرے ڈالے۔ یہاں کے حاکم نے کچھ روک ٹوک کے بعد جزیے پر صلح کرلی۔ تمام صوبہ جزیرہ آپؓ کے ہاتھ پر بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بعد مکمل طور پر 17ھ میں فتح ہوگیا۔ حضرت عیاضؓ جنگِ یرموک کے پانچ اُمرا میں سے ایک تھے۔ آپؓ پیادوں کے افسر مقرر ہوئے اور جنگِ فحل کے معرکے میں خوب بہادری دکھائی۔ آپؓ مقدمة الجیش کے افسر تھے۔ اپنی ماتحت فوج کو لے کر حلب کا محاصرہ کیا۔ اہلِ حلب نے آپؓ سے اب تک کے مفتوحہ شہروں کی شرائط پر صلح کرکے شہر کو سپرد کردیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے ان کی طے کردہ شرائط کو جائز قرار دیا اور اپنے دستخط سے معاہدہ لکھ دیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے وفات کے وقت ان کو شام کے صوبے کا اپنا جانشین بنادیا اور حضرت عمرؓ نے ان کو اس عہدے پر برقرار رکھا۔ ایک مرتبہ حضرت عیاض بن غنمؓ کا گزر کچھ ذمیوں کے پاس سے ہوا، جنھیں سورج کی دھوپ میں کھڑا کیا گیا تھا۔ انھوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان لوگوں کو عذاب دے گا، جو لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔'' (مسند احمد)

حضرت عیاض بن غنمؓ جیسے لوگ اس تربیت یافتہ جماعتِ صحابہؓ کا حصہ ہیں، جنھوں نے قومی و بین الاقوامی سطح پر دینی انقلاب کے قیام و استحکام میں اپنی توانائیاں صَرف کیں اور اجتماعی زندگی کو ایک شناخت عطا کی، مگر ذاتی وشخصی مفادات حاصل نہ کیے۔ افراد قومی و جماعتی زندگی کا حصہ بن کر ہی اپنی صلاحیتوں کا سکہ بٹھاتے ہیں اور تاریخ کے اوراق پر رہنمائی کا نقشِ جاوداں چھوڑ جاتے ہیں۔

www.rahimia.org

شذرات

مسائل کا ذمہ دار کون ہے؟

حکومت کا موجودہ سیٹ اپ اپنے اختتام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ سیاسی جماعتیں قوم کو کوئی واضح پیغام دینے کے بجائے مسلسل کنفیوژن پھیلانے میں مصروف ہیں، تاکہ وہ مسائل کی ذمہ داری کسی اور پر ڈال کر نئے الیکشن میں ووٹ کی حق دار بن سکیں۔ ہمارے ملک کی سیاسی جماعتوں کا المیہ یہ رہا ہے کہ وہ کسی نصب العین اور اپنی کارکردگی کے بجائے ردِّعمل کی سیاست کرتی رہی ہیں۔ اپنے دورِ اقتدار کی خامیوں اور کوتاہیوں کا جائزہ لے کر مستقبل کے لائحۂ عمل کو بنیاد نہیں بناتیں، بلکہ اپنے خلاف سازش کے بیانیے اور ماضی کی مخالف حکومتوں پر تنقید پر زیادہ انحصار کرتی ہیں۔ حال آں کہ اب سیاست دانوں کے لیے اپنے ماضی سے انحراف انٹرنیٹ پر موجود حقائق کے باعث آسان نہیں ہے۔ اس سے قبل حکمرانوں کے دعوے پُرانے اخبارات کی فائلوں کے انبار میں دب جاتے تھے اور وہ کسی ریسرچر کی تحقیق کا حصہ تو بنتے تھے، لیکن ان تک عوام کی رسائی ممکن نہیں ہوتی تھی، لیکن اب ایسا ممکن نہیں ہے۔ عوام سوشل میڈیا پر گردش کرتے ان کے کلپس یاد رکھتے ہیں کہ کس طرح وہ سابقہ حکمرانوں کے پیٹوں سے قومی خزانے سے چرائے گئے مال کو برآمد کرنے کے دعوے کرتے رہے ہیں اور کیسے انھیں چوراہوں میں گھسیٹنے کے عندیے دیتے رہے ہیں، لیکن مسندِ اقتدار ملنے کے بعد کیسے باہم شیر وشکر ہوجاتے ہیں۔ جس سے ثابت یہ ہوتا ہے کہ پاکستان پر قابض استحصالی طبقے ایک ہی ہیں، لیکن الیکشن کے قریب یہ قوم کو بے وقوف بنانے کے لیے نورا کشتی ضرور لڑتے ہیں۔ پاکستان کی پوری تاریخ میں چند ہی خاندان ہیں جو اقتدار پر قابض رہے ہیں۔ وہی پاکستان کی تباہی کے ذمہ دار ہیں۔ موجودہ حکومت کا سرپرست خاندان کم وبیش گزشتہ تین دہائیوں سے پاکستان کے مقدر کا بلاشرکتِ غیرے مالک رہا ہے، لیکن اب وہ دُہائی دے رہا ہے کہ ہمیں کام کرنے کا موقع نہیں ملا اور وہ خرابی کا ذمہ دار کسی اَور کو ٹھہرانا چاہتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ؎

اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردہ تست

(یہ سارا فساد تمھارا ہی اٹھایا ہوا ہے)

سیاست، سرمایہ اور جمہوریت

سرمایہ داری نظام کے حامل معاشروں میں تمام چیزیں سرمائے کے گرد ہی گھومتی ہیں۔ ایسے نظام میں ضمیر محض ایک استعارہ بن کر رہ جاتا ہے۔ اس کی جگہ مفادات اور سرمایہ لے چکا ہوتا ہے۔ ایسے میں سیاست اور سرمائے کا چولی دامن کا ساتھ ہوجاتا ہے اور انسانی اقدار کی ہر خوبی کو سرمائے کے ترازو میں ہی تولا جاتا ہے۔ ان حالات کے باعث ہمارے ملک کی نام نہاد جمہوریت ووٹ سے زیادہ سرمائے کی محتاج ہے۔ یہاں ووٹ مانگے نہیں، بلکہ خریدے جاتے ہیں۔ یہاں یونین کونسل کے انتخاب سے لے کر سینٹ کے الیکشن تک سرمایہ ہی بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ ہم اس ملک میں وزیراعظم کے انتخاب سے لے کر چیئرمین سینٹ کے انتخاب تک بارہا ووٹ کی خریداری کی کھلی منڈیاں لگتی دیکھ چکے ہیں۔ اس بار سینٹ کے چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین کے انتخاب کے بعد اس روایت کی خالق سیاسی جماعتیں بھی چیخ اٹھیں کہ ایوانِ بالا کے اہم منصب کے لیے کھلی منڈی لگی ہے اور تمام جماعتیں اپنے تئیں اپنی اپنی جماعتوں میں انکوائری کمیشن بنائے بیٹھی ہیں کہ ہمارے کون کون سے ممبران کتنے کتنے میں بکے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو ممبران کی بولیاں لگانے کے ساتھ ساتھ انھیں مری اور چھانگا مانگا میں قیدی بھی بنالیا کرتے تھے۔ اب ان کے منہ سے ووٹ کے تقدس کی دُہائی اچھی نہیں لگتی۔ جو کھیل بھی انھوں نے خود شروع کیا تھا، اب اس کھیل میں شکست ان کا مقدر ٹھہری ہے۔ تاریخ انھیں وقت کے کوڑے دان کے سپرد کرنے کی تیاری کرچکی ہے۔ یہ ریس کے وہ بوڑھے گھوڑے ہیں، جو مقابلے کی سکت نہیں رکھتے اور نظامِ زر کے پُرانے کھلاڑی اپنے انجام کو پہنچنا چاہتے ہیں۔ کیوں کہ اس نظام کا آخری انجام یہی ہے کہ یہ جہاں پورے پورے معاشروں کو لے ڈوبتا ہے، وہاں بالآخر اس کے رکھوالے بھی اس کی بدبودار دلدل میں پھنس کر عبرت کا نشان بن جاتے ہیں۔

سیاست میں ''الکوحل'' کا استعمال

متحدہ مجلس عمل کو باضابطہ طور پر بحال کردیا گیا ہے۔ جمعیت علمائے اسلام 'ف' کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن کو صدر، جب کہ جماعتِ اسلامی کے لیاقت بلوچ جنرل سیکریٹری منتخب ہوئے ہیں۔ پاکستان اور گردونواح میں ''جہاد'' پر پابندی کے باعث ہماری مذہبی جماعتیں کچھ عرصے سے عجیب قسم کی مایوسی اور شکست خوردگی کا شکار تھیں۔ ''جہاد'' کے دن بہت سہانے تھے، جب اقتدار، سرمایہ اور اختیارات ان کے گھر کی لونڈی ہوا کرتی تھی۔ ''جہاد'' کو جعلی قرار دیے جانے کے بعد کسی اصل کام کی تلاش میں دینی جماعتوں کا اتحاد ایک منافع بخش سرگرمی ہے۔ جس کی صدارت ایک معروف دینی جماعت کے سربراہ کے ہاتھ لگی ہے، جو پانچ سال قبل ایم ایم اے کی بحالی کے ضمن میں جماعتِ اسلامی پر آئی ایس آئی سے پیسے لینے کے ثبوت کے بعد ایک دلچسپ بیان دے چکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ 21/ اکتوبر 2012ء کو مولانا فضل الرحمٰن نے مردان میں نوابزادہ خواجہ محمد خان ہوتی کی رہائش گاہ پر میڈیا سے گفتگو میں کہا تھا کہ: ''ایم ایم اے جماعتِ اسلامی کے بغیر بحال ہوگی۔ یہ تمام مکاتبِ فکر کے علما اور جماعتوں پر مشتمل اتحاد ہے، جس میں جماعتِ اسلامی کو شامل کرنا الکحل ملانے کے مترادف ہوگا۔ جماعتِ اسلامی کو ایم ایم اے میں شامل نہ کرنے کا فیصلہ صرف جے یو آئی 'ف' کا نہیں، بلکہ اتحاد میں شامل تمام جماعتوں کا متفقہ فیصلہ ہے۔ (روزنامہ ایکسپریس لاہور، 22/ اکتوبر 2012ء)

اس حوالے سے ایم ایم اے کے موجودہ صدر کا یہ منفرد اعزاز ہے کہ وہ پہلے سیاست دان ہیں، جنھوں نے سیاست میں ''الکوحل'' کا استعمال کیا ہے۔ ہمارے ہاں ایک سوال اکثر وبیش تر مفتیانِ کرام اور دارالافتا میں گردش کرتا رہتا ہے کہ پرفیوم اور ہومیوپیتھک ادویات میں ''الکوحل'' کے استعمال کا شرعی حکم کیا ہے؟ اسی ضمن میں ہمارا معصومانہ سوال ہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرحِ متین بیچ اس مسئلے کے کہ پاکستان کی موجودہ سیاست میں ''الکوحل'' کے استعمال کا شرعی حکم کیا ہے؟ بیّنوا و توجروا۔ (مدیر)

www.rahimia.org

موت کے بعد اعمال کے نتائج کی حقیقت

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّةُ الله البالِغه'' میں فرماتے ہیں:

(موت کے بعد اعمال کی جزا و سزا کے اصول اور قواعد درجِ ذیل ہیں:)

(1۔ اعمال و اَخلاق کی دو قسمیں)

''(الف) جاننا چاہیے کہ بعض اَعمال و اَخلاق انسانی دل میں پیدا ہونے والے داعیے اور جذبے سے وجود میں آتے ہیں۔ اگر انسانی نفس اپنی طبیعت پر آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ ایسے اعمال دلی خواہش سے سرانجام دیتا ہے اور اس کے مخالف اعمال سے دور رہتا ہے۔

(ب) بعض اعمال وہ ہوتے ہیں جو اپنے معاشرے میں موجود بھائی بندوں کو دیکھ کر یا کسی خارجی عارضے؛ بھوک، پیاس وغیرہ کے سبب سے کرتا ہے۔ جب کہ وہ اس کی ایسی عادت نہ بنیں کہ جنھیں چھوڑنا ممکن نہ ہو۔ اس قسم کے اعمال میں جب وہ عارضی حالت ختم ہو جاتی ہے تو کام کرنے کا جذبہ اور داعیہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ (البتہ اگر ایسے اعمال کی عادت پختہ ہو جائے تو پھر یہ بھی پہلی قسم میں شامل ہیں۔)

چناں چہ جو لوگ کسی دوسرے انسان کے عشق، یا شعر و شاعری، یا کسی اَور پیشے وغیرہ کی محبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں، تو وہ اپنے معشوق فرد اور محبوب پیشے کے مطابق لباس اور وضع قطع اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اگر ایسے لوگوں کو اپنی طبیعت پر آزاد چھوڑ دیا جائے اور اُن کی وضع قطع تبدیل ہو جائے تو اُن کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ لیکن جو لوگ دل و جان سے اپنی وضع قطع اور لباس کی محبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ان کو اگر اپنی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ کبھی بھی اپنی وضع قطع کو چھوڑنے پر راضی نہیں ہوتے۔

(2۔ انسانوں کی دو قسمیں)

(الف) کچھ لوگ طبعی طور پر بیدار ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے سامنے بہت سی باتوں کا تذکرہ کیا جائے تو وہ ان میں مشترک جامع بات کو بہ خوبی سمجھ لیتے ہیں۔ ان کا دل ان مختلف امور کے پیچھے کارفرما اصل علت کے ساتھ بندھا ہوتا ہے۔ وہ افعال و اَعمال سے زیادہ ان کے اَخلاق و ملکات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

(ب) بعض افراد طبعی طور پر سست اور نیند کی حالت میں ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ چیزوں میں موجود وحدت کے بجائے کثرت، اَخلاق و ملکات کے بجائے افعال و اعمال اور اُن کی اصل روح کے بجائے ظاہری شکل و صورت میں مشغول رہتے ہیں۔

(3۔ موت کے بعد روحِ انسانی کی حالت)

جاننا چاہیے کہ انسان جب مر جاتا ہے تو اُس کا زمینی بدن گل سڑ جاتا ہے، جب کہ اُس کا نفسِ ناطقہ (روحِ مَلَکی) نسمے (روحِ حیوانی) کے ذریعے سے باقی رہتا ہے۔ وہ اپنے اصل طبعی تقاضوں کے اظہار کے لیے فارغ ہو جاتا ہے۔ وہ ان تمام کاموں کو چھوڑ دیتا ہے، جنھیں وہ اپنی دلی خواہش کے بغیر محض دنیاوی زندگی کے لیے کرتا تھا۔ اب اس میں وہی چیزیں باقی رہ جاتی ہیں، جنھیں وہ اپنے اندر ذاتی طور پر محفوظ رکھتا تھا۔

اس وقت اس کی مَلَکیت پورے طور پر ظاہر ہوتی ہے اور اس کی بہیمیت کمزور پڑ جاتی ہے۔ اس کے اوپر حظیرۃ القدس سے آنے والا یقین اپنے اثرات ڈالتا ہے۔ اس کے اعمال کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اَخلاق و ملکات کے نتائج اس کے سامنے آتے ہیں۔ اس وقت اس کی ملکیت (بُرے اعمال و اَخلاق کے نتیجے میں) اذیت میں مبتلا ہوتی ہے یا (اچھے اعمال و اَخلاق کے نتیجے میں) انعامات حاصل کرتی ہے۔

(4۔ ملکیت کے مناسب اور مخالف اعمال و اَخلاق)

جاننا چاہیے کہ دنیا میں انسانوں میں جب ملکیت بہیمیت کے ساتھ مل کر رہتی ہے اور اس کے ساتھ ہم مزاج بنتی ہے تو لازمی بات ہے کہ ملکیت بہیمیت سے کسی نہ کسی درجے میں متأثر ہوتی ہے اور اُس کی موجودگی کا احساس و ادراک رکھتی ہے، لیکن ملکیت کے لیے مکمل طور پر نقصان کی بات یہ ہے کہ اُس میں ایسے اَخلاق و اعمال پختہ ہو جائیں جو اُس کی اصل ساخت اور مَلَکی تقاضوں کے بالکل مخالف ہوں۔ مَلَکیت کے لیے پورے فائدے کی بات یہ ہے کہ اس میں ایسے اَخلاق و اعمال پختہ ہو جائیں جو اُس کی مَلَکیت سے انتہائی مناسبت رکھتے ہوں۔

(مَلَکیت کے تقاضوں سے متضاد اَخلاق و اعمال:)

(الف) انسان کا مال و دولت اور اہل و عیال کے ساتھ ایسا گہرا تعلق قائم ہو جائے کہ ان کے بجائے کسی اَور طرف کا یقین نہ رہے۔ صرف وہی مطلوب بن جائے۔ وہ اپنے دل کی گہرائیوں سے پست اعمال و اَخلاق کے ساتھ پورے طور پر وابستہ ہو جائے۔ ایسے تمام امور کہ جو سماحتِ نفس کے مقابلے پر ہیں، اختیار کر لے۔

(ب) وہ گندگیوں میں کچھ اس طرح ملوث ہو جائے کہ اللہ پر تکبر کرے۔ اس کی معرفت حاصل نہ کرے۔ ایک دن بھی اُس کے سامنے نہ جھکے وغیرہ وغیرہ۔ وہ تمام امور اختیار کرے، جو صفتِ احسان (اور اِخبات) کے مقابلے پر ہیں۔

(ج) انسان حظیرۃ القدس کے تقاضوں اور توجہات --- حق کی مدد کرنا، اُس کی شان بڑھانا، انبیا علیہم السلام کی بعثت، عدل و انصاف پر بہترین نظام کے قیام --- کا مخالف ہو جائے۔ (ایسی حالت جو صفتِ عدالت کے متضاد ہو۔)

ان کے نتیجے میں اُن پر ملاءِ اعلیٰ کی طرف سے بغض اور لعنت کا اظہار ہوتا ہے۔

(مَلَکیت کے تقاضوں کے مطابق اعمال و اَخلاق:)

(الف) ایسے اعمال کرے جن سے طہارت اور پاکیزگی، اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے خشوع و خضوع، ملائکہ کی حالت کو یاد رکھنے کی کیفیت پیدا ہو۔ ایسے عقائد رکھے کہ جو محض دنیا کی زندگی پر مطمئن ہونے سے اسے نجات دے سکیں۔

(ب) وہ انسانوں کے لیے سہولت پیدا کرنے والا اور سماحتِ نفس کا حامل ہو۔

(ج) دنیا میں پسندیدہ اور عدل و انصاف کے نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرے، جس سے اس پر ملاءِ اعلیٰ کی دعائیں اور اُن کی توجہات متوجہ ہو جائیں۔ واللہ اعلم!

(باب ذکر حقیقة الموت، المبحث الثّانی)

www.rahimia.org

مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

قومی شاہی نظاموں کی نگرانی کا خانقاہی نظام

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاؒ محبوبِ الٰہی کا لنگر اور دسترخوان بڑا وسیع تھا۔ نہ کوئی وظیفہ تھا، نہ جاگیر، لیکن ہزار ہا آدمی روزانہ کھانا کھاتے تھے۔ آپؒ سائلوں اور مہمانوں کی بڑی خاطر کرتے تھے۔ باوجود اس قدر فتوحات اور نذر و نیاز کے ایک کوڑی بھی آپؒ اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ بعض حاسدوں کو آپؒ کا عروجِ دین و نیاز از حد ناگوار تھا۔ انھوں نے سلطان علاؤالدین خلجی کے خدا جانے کیا کیا کان بھرے اور آپؒ کے وسیع دسترخوان اور آؤ بھگت اور کثرت سے عوام کی حلقہ بگوشی اور مرجع خلائق ہونے کے کیا کیا اندیشے ظاہر کیے کہ سنتے سنتے آخر بادشاہ کے دل میں بھی خطرہ پیدا ہو گیا کہ اس قدر عروج امورِ سلطنت میں ضرور رخنہ اندازی پیدا کرے گا۔ اس نے آزمائش کے طور پر اپنے فرزند خضر خاں کے ہاتھ جو حضرتؒ کا مرید بھی تھا، ایک معروض اس مضمون کا بھیجا کہ آپ مجھ کو سلطنت کے اہم امور میں اپنے صلاح و مشورے سے مستفید فرمایا کریں۔ اس سے یہ دیکھنا مقصود تھا کہ دنیاوی عروج کی طرف خیال ہے یا نہیں۔

حضرت نظام الدین اولیاؒ نے جواب میں فرمایا: ''سلطنت کے امور سے فقیروں کا کیا واسطہ؟ میں شہر سے باہر ایک کونے میں پڑا ہوا بادشاہ اور مسلمانوں و جملہ مخلوق کی دعا گوئی میں مشغول ہوں۔ اس پر بھی مجھے ستاتے ہو! اگر بادشاہ کو میرا یہاں رہنا ناگوار ہے تو ''ارض اللّٰہ واسعۃ.'' (خدا کی زمین کشادہ ہے۔) میں کسی اَور جگہ چلا جاؤں گا۔'' بادشاہ اس جواب سے نادم ہوا اور کلماتِ معذرت کے ساتھ حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ آپؒ نے فرمایا: ''آنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں غائبانہ دعاگو ہوں اور جو اثر غائبانہ دعا میں ہوتا ہے، وہ سامنے کی دعا میں نہیں ہوتا۔'' لیکن بادشاہ نہ مانا اور مُصِر ہوا۔

آپؒ نے لکھا: ''فقیر کے گھر کے دو دروازے ہیں۔ بادشاہ ایک دروازے سے آئیں گے، فقیر دوسرے سے نکل جائے گا۔'' جب کسی طرح حضرتؒ نے اجازت نہ دی تو مجبوراً بادشاہ نے بلا اطلاع جانے کا ارادہ کیا اور امیر خسرو جو حضرتؒ کے مصحف (کاغذات و مسودات کا بستہ) بردار تھے، ان کو اس ارادے سے مطلع کیا۔ امیر خسرو سخت متفکر ہوئے کہ اگر حضرتؒ کو خبر نہ کروں تو وہ ناراض ہوں گے اور اگر خبر کروں تو بادشاہ خفا ہوگا۔ امیر نے اس خیال سے کہ بادشاہ زبردستی ملاقات کرنا چاہتا ہے، اس کی ناراضگی تو قبول کر لی، مگر حضرتؒ کے خفا ہونے کو پسند نہ کیا اور اپنی جان پر کھیل کر بادشاہ کے ارادے کی حضرتؒ کو اطلاع کر دی۔ آپؒ اسی وقت اجودھن (پاک پتن) چلے آئے۔ بادشاہ نے سنا تو امیر خسرو سے کہا: تمھارے راز فاش کر دینے سے میں حضرتؒ کی قدم بوسی سے محروم رہا۔ امیر خسرو نے نہایت دلیری سے جواب دیا کہ: حضور کی ناراضگی سے صرف جان کا خوف تھا، مگر اپنے شیخ کی ناراضگی سے ایمان کا اندیشہ تھا۔ میں نے ایمان کو اپنی جان پر ترجیح دی۔ بادشاہ نے برجستہ جواب سن کر معاف کر دیا۔ (تاریخ دہلی، جلد دوم، ص: 768)

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

''۔۔۔۔۔کھجور میں اٹکا''

پینتیس سے چالیس سال قبل ہمارے فیصلہ سازوں نے کسی کی ایما یا ڈھارس پر کئی بنیادی سیاسی فیصلے کیے اور پرائی جنگ میں کُود پڑے۔ یوں بھیک مانگنے کی نئی روایات رقم کیں اور نہ صرف اپنی سرزمین، اپنی عوام، بلکہ دین کو بھی بیچ ڈالا اور بدلے میں چند ٹکے وصول کر لیے۔ نتیجتاً معاشی مفادات حاصل کیے اور قومی معیشت میں نام نہاد ترقی کے نئے باب نے جنم لیا۔ سب نے خوب مزے کیے اور ایک طویل عرصے تک اس بھیک پر گزارا کیا اور بدلے میں آقا نے جیسے کہا ویسے کیا، لیکن حالات کب تک ایک سے رہتے ہیں۔ آقا کی ترجیحات میں تبدیلی آتی گئی اور معیشت میں نئے حصہ دار داخل ہوتے گئے، لیکن ہم جیسا مسکین اور آقا پر اعتماد کرنے والا آخر کہاں ملے گا! ہم نے اپنے انداز تبدیل نہیں کیے، ہاں! آقا بدلنے کی تگ و دو ضرور کی۔

آج صورتِ حال یہ ہے کہ دہشت گردی کا کلنک ایسا ہے کہ پیچھا چھوڑتا ہی نہیں۔ ہم گلا پھاڑ پھاڑ کر دنیا کو باور کرواتے ہیں کہ ہم تو محض بھکاری ہیں اور کرائے پر کام کرتے ہیں۔ دہشت گردی سے ہمارا کیا تعلق! لیکن کوئی نہیں سنتا، بلکہ اب تو آقا بھی کہتے ہیں کہ تم ہی اصل دہشت گرد ہو۔ گویا جو پیسے پہلے وصولے تھے، انھیں لوٹانے کا وقت آن پہنچا۔ اب بلائیں اُن فیصلہ سازوں کو جنھوں نے قومی سلامتی اور معیشت کی درستی کے لیے یہ سب کیا۔ اب تیس سال بعد لاکھوں جانیں اور کروڑوں ڈالر ضائع کر کے سب اچھے بننے کی کوشش کر رہے ہیں اور بات ایک دوسرے پر ڈال رہے ہیں۔ ان کی تقریریں سنیں تو لگتا ہے کہ ان سے زیادہ دوراندیش کوئی ہے ہی نہیں۔

پاکستانی مقتدرہ نے آلۂ کار کا کردار ادا کرتے ہوئے ان مغربی آقاؤں کی ایما پر ایسا مالیاتی نظام پیدا کیا، جو عالمی دہشت گردی اور اُس کے کارکرتاؤں کے لیے ایک عرصے تک معاونت کا کردار ادا کرتا رہا۔ یہ ایک ایسی گنگا تھی جس میں سب نے اپنے حجم کے مطابق فائدہ اُٹھایا۔ یہی وَجہ ہے کہ پاکستان کے مالیاتی نظام میں ایسے سُقم چھوڑے جاتے رہے، جن کی بدولت بالواسطہ اُن تمام متحارب گروپوں کو فنڈنگ کی جاتی رہی جنھوں نے نہ صرف خطے میں، بلکہ دیگر ممالک میں نام نہاد مسلح جدوجہد کو جاری رکھا اور عالمی طاقتوں کے آلۂ کار کا کردار ادا کیا۔ اب وقت بدل چکا ہے۔ عالمی طاقتوں کی کارستانیاں ناکامی سے ہم کنار ہو رہی ہیں۔ اس لیے حکمتِ عملی کے بدلنے کے دن آ پہنچے۔ عالمی اکھاڑ پچھاڑ تبدیلی سے دوچار ہیں اور پاکستان ان سب سے الگ نہیں۔ بہتر تھا کہ ہم خود ہی اپنا مالیاتی نظام درست کر لیتے، لیکن اب FATF کی بنیاد پر ہم ایسا کریں گے۔ کیوں کہ خود اس چشمے کو بند کرنا گویا اپنی چلتی ہوئی دوکان بند کرنا ہے۔ اس لیے بیرونی دباؤ ضروری ہے۔ اور رہی معیشت پر اثرات کی بات! ایسے کئی اثرات آئے گئے۔ ہماری معیشت کو کیا ہوا ہے! وہ پہلے بھی مصنوعی تھی اور آج بھی مصنوعی ہے۔

www.rahimia.org

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

”محاصرہ، فاقہ کشی، ہتھیار ڈالنا“

جنیوا کنونشن 1951ء کہتا ہے کہ ہر وہ آدمی، جو نسلی، مذہبی، لسانی، علاقائی، کسی خاص گروپ سے وابستگی یا کسی ایسی رائے دہی کی بنیاد پر اپنے پیدائشی ملک سے باہر رہنے پر مجبور ہو، یا کسی بھی وَجہ سے اپنے ملک میں رہنے کے قابل نہ رہے، یا کسی بھی ایسے خوف میں مبتلا ہو، جو اسے اپنا ملک چھوڑنے پر مجبور کردے، ”پناہ گزین“ کہلائے گا۔

غوطہ؛ شامی دارلحکومت دمشق کے مشرق میں واقع وہ علاقہ ہے، جو گزشتہ پانچ سال سے باغیوں کے قبضے میں چلا آرہا ہے۔ واکس میڈیا گروپ کی 28/فروری 2018ء کی رپورٹ کے مطابق دوسری جنگِ عظیم سے بھی زیادہ طویل عرصے سے یہ علاقہ داعش، النصرہ ایسے جنگ جوؤں کی ہول ناکیوں کا شکار رہا ہے۔ اقوامِ متحدہ کا کہنا ہے کہ اس نے دنیا کو تیسری عالمی جنگ سے محفوظ رکھا ہے، حال آں کہ اسی کی سرپرستی میں 1990ء سے مشرقِ وسطیٰ آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آیا تھا۔ یہ غنڈے دنیا میں جھوٹ بول کر پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں۔ اس وقت جب امریکا نے 2001ء میں عراق پر حملہ کیا تھا تو صدام مرحوم پر الزام لگایا تھا کہ وہ جوہری ہتھیار بنا رہا ہے، جب کہ بعد میں حالات نے ثابت بھی کردیا کہ امریکا محض جھوٹ بول رہا تھا، جسے بعد میں برطانوی وزیر اعظم نے دنیا سے معافی مانگ کر یہ ثابت کیا کہ یہ غلطی سے ہوا تھا۔ حال آں کہ صدام مرحوم کے پاس ایسا کوئی مواد سِرے سے موجود ہی نہیں تھا، جس سے جوہری ہتھیار بنائے جاسکیں۔ پاکستان اور باقی دنیا کے میڈیا ہاؤسز دنیا کو صرف وہ نظارے دکھاتے ہیں، جو انھیں اچھے لگتے ہیں۔ اگرچہ آگ ان کے اپنے گھروں میں ہی کیوں نہ لگی ہو، وہ صرف اسے بھی دنیا کو نہیں دکھا سکتے۔ مشرقِ وسطیٰ کے ان ممالک میں جس طرح تباہی پھیلائی گئی، میڈیا نے اس کا عشرِ عشیر بھی دنیا کے سامنے ظاہر نہیں کیا۔ 24/فروری 2018ء کو اقوامِ متحدہ نے ایک قرارداد پاس کی، جس میں شامی حکومت سے جنگ بندی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ (ماسوائے دہشت گردی کے خلاف آپریشن کے)۔ جنگ کے تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ 15/مارچ 2018ء کو یہ جنگ آٹھویں سال میں داخل ہوچکی ہے۔ اس صورت میں اسے دنیا کی طویل ترین جنگ کہا جاسکتا ہے۔ ابھی تک اس جنگ میں 465,000 افراد ہلاک ہوچکے ہیں۔ ایک کروڑ 20 لاکھ افراد اندرونی اور بیرونی طور پر IDP's (Internally Displaced Persons) بے گھر ہوچکے ہیں۔

”عرب بہار“ نامی تخریب کاری کے آپریشن کا آغاز 2011ء سے ہوا۔ 25/جنوری میں مصری صدر حُسنی مبارک کو برطرف کرکے اس کی حکومت کا خاتمہ کردیا گیا۔ 6/اپریل کو تیونس کی حکومت کے سربراہ کو منصب سے ہٹادیا گیا۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی' شام کے صدر بشارالاسد کو قتل کرکے اس کی حکومت کو ختم کرنا تھا۔ عالمی غنڈوں کو نکیل ڈالنا کسی کمزور اور چھوٹے ملک کے بس کی بات نہیں تھی۔ شام تو ایک طرف، روس بھی تن تنہا اس دہشت گردی کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ بشارالاسد لیبیا کے فرماں روا کی اندوہ ناک موت کا منظر اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ چکا تھا۔ حال آں کہ یہ وہی معمر قذافی تھا، جس نے اپنے ملک میں ایسا شان دار سماجی ڈھانچہ قائم کررکھا تھا، جس کی مثال یورپ سمیت دنیا کے کسی بھی ملک میں نہیں ملتی تھی۔ وہ اپنے ملک کو فلاحی ریاست بنانے کے بعد افریقا کی معاشی ترقی کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔ آج سے پندرہ سو سال قبل مکہ کی پارلیمنٹ (دارالندوہ) میں بھی اسی طرح کا ایک اہم اجلاس منعقد ہوا تھا، جس میں وہاں کے 14 ممبران نے شرکت کرکے حضرت محمد ﷺ کے خلاف منصوبہ بنایا تھا۔ آج کی اقوام متحدہ بھی اپنے کردار کے اعتبار سے اسی کا تسلسل ہے، جس کی سرپرستی میں ان غنڈوں نے چھوٹے چھوٹے ملکوں کے ان قومی حکمرانوں کو جس بے دردی سے شہید کیا، عالمی ادارے کے منہ پر یہ بہت بڑا طمانچہ ہے۔ ”عرب بہار“ ایسی ہول ناک تنظیم پیدا کرنا اقوامِ متحدہ کی سیاہ کاریوں میں شمار ہوگا۔ ان حالات میں آج بشارالاسد کے پاس اپنے آپ اور حکومت کو داعش ایسی عفریت سے بچانے کے لیے روس کو مدد کے لیے بلانے کے علاوہ کوئی دوسرا آپشن نہیں رہا تھا۔

15/مارچ 2011ء کو ”عرب بہار“ نامی تخریب کاری کے تحت شام میں 15 بچوں کو اغوا کرکے ان میں سے ایک کو جسمانی طور پر اذیت ناک سزائیں دینے کے بعد انھیں وحشیانہ طریقے سے قتل کردیا گیا۔ حکومت کو ذمہ دار قرار دینے کے لیے اس پر الزام لگایا گیا کہ ان بچوں نے چوں کہ داعش میں شمولیت اختیار کی تھی، اس لیے حکومت نے انھیں یہ سزا دی تھی۔ داعش نامی عفریت نے عرب کے ان غیور، بہادر اور غیرت مند حکمرانوں کو طاقت اور قوت کے بل بوتے پر صفحۂ ہستی سے مٹا کر مشرقِ وسطیٰ کے تیل کے کنوؤں پر قبضہ کرلیا۔ وہاں سے سارا تیل ترکی کے راستے یہ تخریب کار اپنے اپنے مراکز میں منتقل کرتے رہے۔ یہ مسئلہ جب اقوامِ متحدہ میں اٹھایا گیا تو ان غنڈوں نے اس اقدامِ چوری کو ماننے سے انکار کیا تو روس نے تیل سے بھرے ہوئے ان ٹرکوں کو جو ایک لمبی قطار کی شکل میں تیل چرا کر لے جارہے تھے، ہوائی جہازوں سے نشانہ بنا کر ان کی چوری کے ثبوت فراہم کردیے تھے۔ آج جب شام اس مسئلے کے حل کی طرف بڑھ رہا تھا تو ان تخریب کاروں نے پناہ گزینوں کے بھیس میں انھیں واپس شام کے علاقے غوطہ پہنچا دیا تھا۔

عالمی اخبار دی ٹو وے انٹرنیشنل (The two-way International) کی ایک رپورٹ جو اقوام متحدہ کے ادارے I.O.M، (International Organization for Migration) کے حوالے سے شائع کی گئی، اس میں کہا گیا کہ اگست 2017ء تک 6 لاکھ شامی پناہ گزین شام واپس آچکے ہیں۔ جب کہ اس سے پہلے بی بی سی نیوز کی ایک رپورٹ شائع ہوئی، جس کے مطابق 30/جون 2017ء تک 5 لاکھ شامی پناہ گزین اپنے وطن واپس آچکے تھے۔ ”عرب بہار“ نامی تخریب کار آپریشن کے تحت ان پناہ گزینوں کے روپ میں جو تخریب کار شام میں داخل کیے گئے، ان کا مقصد شام میں لگائی گئی اس آگ کو ایندھن فراہم کرکے جلاؤ کو مہمیز دینا تھا۔ اس منصوبے کو روس کے حساس اداروں نے بھانپ کر ان کے خلاف آپریشن ”محاصرہ، فاقہ کشی، ہتھیار ڈالنا“ (Siege, Starve, and Surrender) شروع کرکے ان کو جڑ سے اکھاڑنے کا پروگرام بنایا تو آپریشن کے ان نتائج کو امریکا بہ شمول مغربی میڈیا اس طرح نشر کررہا ہے، جیسے اس سے پہلے شام میں امن ہی امن تھا۔

www.rahimia.org

رپورٹ: نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

اعمال اور اُن کے نتائج کی حقیقت

2/ مارچ 2018ء کو حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہ نے ادارہ رحیمیہ لاہور میں نمازِ جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''معزز دوستو! دین اسلام کی تعلیمات ہماری زندگی کے گرد و پیش کے تمام پہلوؤں کے حوالے سے رہنمائی دیتی ہے۔ انسانی زندگی کے اعمال کی حقیقی نوعیت کی بنیاد پر دنیا اور آخرت میں انسان کے لیے نتائج ظاہر ہونے ہیں۔ ہم اپنی اس دنیا کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ ہم جو عمل کرتے ہیں، اس کا ایک نتیجہ دنیا میں ظاہر ہوتا ہے۔ اچھا عمل ہوتا ہے تو اچھا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ بُرا عمل کرتے ہیں تو اس کا ایک بُرا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ چناں چہ اپنے اعمال اور کاموں کے بارے میں اس بات کا تعین کرنا کہ کون سا کام اچھا ہے اور کون سا بُرا؟ یہ ہمیشہ سے انسانیت کا مسئلہ رہا ہے۔ دین اسلام کی تعلیمات انسان کے سامنے جو معیارات پیش کرتی ہیں، وہ دراصل اسی حقیقت کی نشان دہی کے لیے ہیں کہ کون سا عمل درست ہے، جس کے اچھے نتائج نکلتے ہیں۔ اور کون سا عمل بُرا ہے، جس کے بُرے نتائج نکلتے ہیں۔

بعض اوقات ایک مخمصہ یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ ایک کام حقیقت میں بُرا ہوتا ہے، لیکن ہم اُسے اچھا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ یا ایک کام اچھا ہوتا ہے، ہم اُسے بُرا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ بُرے کام کو اچھا سمجھ کر کریں یا اچھا کام بُرا سمجھ کر کریں، دونوں صورتوں میں ان کے حقیقی نتائج اس طرح ظاہر ہوتے ہیں کہ بُرا کام ہے تو بُرے اور اچھا کام ہے تو اچھے نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔ اس میں انسان کی سمجھ یا فہم کا اعتبار نہیں ہے۔

دین اسلام نے یہ بات واضح کی ہے کہ انسانی زندگی اس دنیا پر ختم نہیں ہو جاتی۔ زندگی کا ارتقائی مرحلہ موت کے بعد اَور بہت سے مراحل سے گزرے گا؛ برزخ، حشر اور آگے جنت، دوزخ۔ یہ ہزاروں سال کا سفر ہے۔ انسان کو ان تمام مراحل سے گزر کر یہ سفر طے کرنا ہے۔ صحیح عمل وہ کہلائے گا، جو ان تمام مراحل میں اُس کے لیے درست نتیجہ دے۔ ورنہ اگر وقتی طور پر کوئی عمل فائدہ دے رہا ہے، اُس سے وقتی طور پر لذت حاصل ہو رہی ہے، لیکن آخری نتیجے کے اعتبار سے وہ غلط ہے، تو اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ جیسے آپ کوئی طاقت ور مشروب پی لیں تو فوری طور پر تو جسم میں بڑی اچھی طاقت آئے گی اور اس طاقت کی لذت کے اثرات بھی وجود میں ضرور ظاہر ہوں گے، لیکن لمبی مدت کے لیے یہی جو توانائی فوری اور وقتی حاصل کی گئی ہے، جسم کے پورے نظام کو اس طرح ڈسٹرب کر دیتی ہے کہ بعد میں اگر دوائی کی اُتنی ہی مقدار لیں تب بھی وہ توانائی پیدا نہیں ہوتی۔ گویا اعمال کو ان کے حتمی اور حقیقی نتائج کے تناظر میں کرنے کی ضرورت ہے کہ جو نہ صرف دنیا کی موجودہ زندگی میں، بلکہ موت کے بعد کے تمام مراحل میں بھی انسان کے لیے اچھے نتائج اور نجات کے باعث ہوں۔''

اچھے اور بُرے اعمال والے لوگ

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے مزید فرمایا:

''عمل کے بارے میں متوازن سوچ کا ہونا کہ صحیح عمل کیا ہے؟ اس سوال کو دین اسلام کی تعلیمات نے واضح کیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا: اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (14:47) وہ انسان جو اپنے رب کی جانب سے آنے والے دلائل اور شواہد کی روشنی میں ایک صحیح اور درست عمل کا انتخاب کر چکا ہے۔ فہم و شعور اور عقل سے اُس نے درست راستے کا انتخاب کیا۔ صحیح راستے پر چل کر ایک نتیجے تک پہنچنا چاہتا ہے، كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ کیا اُس آدمی کی طرح ہو سکتا ہے کہ جس کے سامنے اُس کی بدعملی خوب صورت شکل میں پیش ہو رہی ہے۔ عمل بُرا ہے، نتائج غلط نکل رہے ہیں، لیکن اُس کی نظروں میں وہ اچھا ہے۔ اور صرف اچھا ہی نہیں، بہت ہی خوب صورت اور مزیّن ہے۔ قرآن کہتا ہے کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ ہرگز نہیں!۔ یہ آیت اگرچہ صحابہ کرامؓ اور اُن کے مخالفین کی حالت بیان کر رہی ہے کہ وہاں اچھے اعمال والے حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ تھے اور بُرے اعمال والے ابوجہل، عتبہ اور شیبہ تھے۔ اس سیاق و سباق سے یہاں صرف انسانوں کے اعمال کا تجزیہ بیان کر کے ایک قاعدہ اور ضابطہ متعین کیا گیا ہے کہ ہر دور کے قرآن پڑھنے والے مسلمان اپنے دور کے سماج کا جائزہ لیں کہ اُن کی سوسائٹی میں عدل کے اعمال کرنے والے کون ہیں اور ظلم کے اعمال کون کر رہا ہے؟

عمل وہی بہتر قرار پائے گا جو تمام انسانوں کے لیے دنیا و آخرت میں فائدہ مند ہو۔ آپ کے کسی عمل اور کسی فعل سے کسی دوسرے انسان کو تکلیف نہ ہو۔ خواہ وہ گھر کے دائرے میں خاندان کے لوگ ہوں، دفتر اور کاروبار کے دائرے کے لوگ ہوں، سماجی حوالے سے آپ کے شہر اور ملک کے اندر رہنے والے لوگ ہوں، یا انسانی ناطے سے بین الاقوامی سطح پر کل انسانیت ہو۔ ان تمام دائروں میں جہاں بھی آپ کا عمل اثر انداز ہو رہا ہے، اگر وہ انسانی فائدے کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے تو اچھا عمل کہلائے گا۔ اور اگر وہ عمل انسانوں کو نقصان پہنچا کر محض آپ کی ذات کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ محض آپ کی خواہشات اور تمناؤں کی تکمیل ہوتی ہے، لیکن باقی تمام دائروں کے لوگوں کے حقوق پر زد پڑ رہی ہے۔ آپ کے ان اعمال کا غلط اثر آپ کی سوسائٹی اور دنیا کے دیگر انسانوں اور ممالک پر پڑ رہا ہے، تو وہ بین الاقوامی، قومی اور سماجی جرم ہے۔ خاندانی اور عائلی جرم ہے۔ وہ اچھا عمل نہیں، بلکہ بدامنی ہے، جس کی وجہ سے انسانیت کو تکلیف ہے۔

قرآن حکیم نے غزوۂ بدر کے تناظر میں بات کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت کی ایک طرف ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ بڑے بڑے جلیل القدر لوگ ہیں، جن کے اعمال اپنے ربّ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے دلائل اور شواہد کی بنیاد پر اچھے ہیں۔ اور ایک طرف ابوجہل، عتبہ، شیبہ ہیں۔ ان کے اعمال بُرے ہیں، جن کے نتائج بھی بُرے ہیں، لیکن ان کو اچھے لگ رہے ہیں۔ ایسے ہی ہر دور میں ہوتا ہے، جس میں ایک مسلمان کی ذمہ داری یہ بنتی ہے کہ وہ صحیح اعمال کی پہچان کر کے اس کے مطابق اپنی سوسائٹی تشکیل دے۔''

ظاہری ملمع کاری اور باطن تاریک تر

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے مزید فرمایا:

''آج ہمارے معاشروں کا بڑا المیہ ہے کہ اعمال بُرے ہوتے ہیں، لیکن بہت ہی ملمع سازی اور خوب صورتی کے ساتھ انھیں پیش کیا جاتا ہے۔ جھوٹا پروپیگنڈا، جھوٹی کہانیاں، جھوٹی کارگزاریاں، جھوٹی رپورٹیں، جھوٹے اعداد و شمار وغیرہ کے ذریعے سے بُرے اعمال کو لوگوں کے سامنے ایسے طریقے سے پیش کیا جاتا ہے کہ جیسے یہ بہت اچھا عمل ہے۔ قومیں جب غلام ہو جاتی ہیں تو ان میں اچھائی اور بُرائی کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ اُن کے سامنے جیسا پروپیگنڈا کر دیا جائے، اسی کے مطابق چلتی ہیں۔ برعظیم پاک و ہند دو ڈھائی سو سال غلام رہا۔ اس غلامی کے زمانے میں ہمارا مزاج بگاڑ دیا گیا۔ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ کی اساس پر عقل و شعور، فہم و بصیرت، ہم سے چھن گیا اور ہمارے سامنے بُرے اعمال کو خوب صورت انداز میں پیش کیا گیا۔ اس کو باقاعدہ ایک فن کاری قرار دے دیا گیا۔ صحافت، سیاست، معیشت، عدالت، ثقافت وغیرہ وغیرہ، حتیٰ کہ مذہب بھی۔ مذہبیت بھی اسی دائرے میں کہ جہاں ملمع کاری ہو، خوب صورتی کا عمل ہو، تصنّع اور بناوٹ ہو، یا جس کو دین نے ریاکاری کہا، اس کی ظاہری شکل و صورت کو دین سمجھ لیا گیا۔

بات غلط ہوتی ہے، لیکن یہاں کا میڈیا اُسے ایسے انداز میں پیش کرے گا کہ سننے والے متأثر ہوں کہ واہ جی واہ کیا بات کہی گئی۔ مذہب کا عنوان ہوگا۔ بہ ظاہر مذہب کے حوالے سے گفتگو ہوگی، مذہب کا استعمال کیا جائے گا، لیکن مقاصد غلط ہوں گے۔ اُس بداعمالی کو مذہب کے پردے میں لپیٹ دیا جائے گا کہ مذہب کو خطرہ لاحق ہوگیا۔ بہ ظاہر سیاست کا مقدس اور معزز عنوان ہوگا۔ کہا جائے گا کہ انبیا کا کام سیاست کرنا تھا۔ لیکن اس سیاست کی ایسی ملمع کاری کی جاتی ہے کہ اُس بدعملی کا نام سیاست رکھ دیا گیا۔ ہے بدکرداری، نام اُس کو جمہوریت دے دیا۔ ہے ظلم اور ناانصافی، عنوان اُسے عدل یا عدالت کا دے دیا گیا۔ یہ ہے زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ کہ بُرے اعمال کو خوب صورت انداز اور اچھے عنوانات سے کسی سوسائٹی میں رواج دے دیا جائے اور افراد اُس کی ظاہری خوش نمائی اور خوب صورتی سے متأثر ہو جائیں۔ یہ بھی اُس قوم کی تباہی اور بربادی کا سبب ہے۔

ڈھائی سو سال کی اپنی ہسٹری اُٹھا کر دیکھ لیجیے۔ اس برعظیم پاک و ہند میں انگریزوں نے جو نظام بنایا، جتنے قوانین اور سسٹم بنائے، بہ ظاہر اُن کی کوئی نہ کوئی قانونی منطق ضرور بنائی گئی، بہ ظاہر اُس کو عوام کے فائدے کے نام پر مسلط کیا گیا، لیکن مقاصد و اہداف سامراجی، لوٹ کھسوٹ کے، انسانی حقوق توڑنے کے تھے۔ بہ ظاہر جمہوریت، پارلیمنٹ، عدالتیں، سیاست، معیشت کے حوالے سے بھاری بھرکم اعداد و شمار ہیں، لیکن نتائج جھوٹے ہیں، جنھیں خوب صورتی کے ساتھ ہمارے سامنے پیش کر دیا گیا اور ہم اس سے متأثر ہوگئے۔ قرآن کہتا ہے کہ ایسے زوال کے زمانے میں تو یہ فرق و امتیاز پیدا کرنا بڑا ضروری ہے کہ کہاں ملمع کاری ہوئی ہے اور کہاں واقعتاً حقیقت ہے۔''

بدعملی سے بچنے کی ضرورت ہے

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے مزید فرمایا:

''آج ہمیں جائزہ لینا ہے کہ ان ستر سالوں میں ہماری بدعملی خوب صورت شکل میں ہمارے سامنے کیوں آگئی؟ ہم سوسائٹی کی حقیقی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کیوں کر رہے ہیں؟ اور پھر ہمارے مذہبی و سیاسی لیڈروں، معاشی رہنماؤں، قانون کے نمائندوں اور سیاست کے لیڈرز اور رہنماؤں کے مجموعی کردار کا پورا جائزہ لیجیے! کیا اُن کے اعمال بُرے نتائج کے حامل نہیں ہیں؟ اور بلاشبہ بُرے اعمال ہی ہیں، اس لیے کہ ان کے نتائج جو کچھ سوسائٹی میں ظاہر ہوئے ہیں، وہ درست نہیں ہیں۔ جس کے نتیجے میں سوسائٹی مسلسل تنزلی کا شکار ہے۔

اس ملک میں 1970ء سے لے کر اب تک بالغ رائے دہی کی بنیاد پر بارہ تیرہ الیکشن ہو چکے ہیں۔ اس سال 2018ء میں بھی ایسے ہی الیکشن کا ڈراما رچایا جائے گا۔ سوچنے کی بات ہے کہ کیا پہلے ہونے والے انتخابات کے کسی عمل سے کوئی بہتر نتیجہ نکلا؟ جب کہ پہلے انتخاب نے ہی ملک کے دو ٹکڑے کیے۔ بنگلا دیش الگ کر دیا۔ اور دوسرے انتخاب 1977ء کے بعد سے جو یہاں کی جماعتوں اور گروہوں میں تفریق، لڑائی، ایک دوسرے پر غداری اور کفر کے فتوؤں کا عمل شروع ہوا، آج تقسیم در تقسیم ہو کر بہتّر کیا، سینکڑوں فرقوں میں بٹ گئے۔ اس نے کوئی بہتر نتیجہ پیدا کیا؟ جس قوم میں سیاسی سسٹم پر اتفاق نہیں، عدل کی اساس پر کسی عدالتی نظام پر اتفاق نہیں۔ کسی عدالتی اور سیاسی اور ثقافتی سسٹم پر اتفاق نہیں، وہ سوسائٹی کیسے ترقی کر سکتی ہے؟

جب تک ہم اپنی ان تنگنائیوں سے نہیں نکلتے، مذہبی لڑائیوں اور اختلافات، سیاسی جھگڑوں اور گروہوں اور فرقوں کی لڑائیوں، عدالتی اور صحافتی نورا کشتیوں کے درمیان سے نہیں نکلتے، اور حقائق کی بنیاد پر سوسائٹی کے اجتماعی مسائل پر غور و فکر نہیں کرتے، اُس وقت تک درست راستہ سامنے نہیں آسکتا۔ صحابہ کرامؓ کا سب سے بڑا کمال یہی ہے کہ مکے کی سوسائٹی میں جتنی تفریق، جتنا انتشار، جتنا بدامنی کا ماحول اور نظام تھا، نبی اکرمؐ کی صحبت نے انھیں وہاں سے اٹھایا، اور آفاقی نقطہ نظر سے، انسانی نقطہ نظر سے، انسانی اجتماعیت کے نقطہ نظر سے، سوچنے سمجھنے، فیصلہ کرنے، اقدامات کرنے، اور بہتر اعمال کرنے کی صلاحیت اُن میں پیدا کر دی۔ اسی کو قرآن نے کہا: اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ یہ وہ لوگ ہیں، جو اپنے ربّ کے دلائل کی روشنی میں حقائق کی بنیاد پر فیصلے کرتے ہیں۔ انسانوں کے مجموعی فائدے کے لیے فیصلے کرتے ہیں۔ اس کی بنیاد پر اقدامات کرتے ہیں۔ ذاتی کوئی غرض نہیں۔ بدر کے مقام کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے نکلتے ہیں تو ایک اجتماعی مقصد ہے۔ کوئی ذاتی گروہی، طبقاتی مفاداتی کوئی مسئلہ نہیں۔ یہ ہے بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ تو جب تک ذاتی مفادات سے اوپر اٹھ کر قوم کے قومی اجتماعی تقاضوں کے تناظر میں آزادی، حریت، عدل، امن، معاشی خوش حالی، بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب انسانیت کے لیے اس بنیاد پر نہیں سوچتے اور رائے قائم نہیں کرتے، اعمال کا تعین نہیں کرتے، اس وقت تک کامیابی ممکن نہیں۔''

www.rahimia.org

رفتارِ کار

رپورٹ: سیّد فاروق حسنین، قصور

سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسند نشین خامس مدظلہٗ کی قصور آمد

25/ دسمبر 2017ء بروز سوموار کو حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ مسند نشین خامس خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور و ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور ایک روزہ دورے پر قصور تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی، حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن، حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر، حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد مدظلہم (مجازین حضرت رائے پوری رابعؒ)، نیز مولانا محمد عباس شاد، جناب ڈاکٹر راؤ عبدالرحمٰن، جناب انیس احمد سجاد، جناب حافظ محمد شفیق، جناب محمد آصف شریف اور جناب وسیم اعجاز و دیگر احباب تھے۔ حضرت مدظلہٗ کی آمد سے قبل خانقاہ کے متعلقین و متوسلین کی کثیر تعداد اُن کے استقبال کے لیے شہر سے باہر موجود تھی۔ حضرت رائے پوری مدظلہٗ تقریباً 2:30 بجے دوپہر ضلع کچہری قصور پہنچے، جہاں اُن کا پُرتپاک استقبال کیا گیا۔ یہاں سے حضرت رائے پوری مدظلہٗ قافلے کی صورت میں شہر کے وسط 'کوٹ مراد خان' میں موجود ایک میرج ہال پہنچے، جہاں پر انھوں نے خانقاہ کے متوسل محترم مولانا سیّد نفیس مبارک ہمدانی کی خصوصی دعوت پر ان کی تقریبِ ولیمہ میں شرکت کی۔ تقریب کے آخر میں حضرت اقدس مدظلہٗ نے دلہا دلہن اور دونوں خاندانوں میں دلی محبت اور اُلفت کے لیے خصوصی دعا فرمائی۔

یہیں پر قریبی مسجد میں نمازِ عصر ادا کرنے کے بعد حضرت رائے پوری مدظلہٗ شہباز روڈ قصور پر جناب شاہد بشیر کے گھر تشریف لے گئے، جہاں پر حضرت اقدس اور احباب کے لیے چائے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ یہاں مغرب کی نماز تک حضرت اقدس سے استفادہ نشست بھی ہوئی، جس میں غلبہ دین اور اس کی دعوت کے حوالے سے مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی اور احباب کو حضرت اقدس مدظلہٗ سے سیکھنے کا موقع ملا۔ نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد حضرت اقدس مدظلہٗ لاہور کے لیے روانہ ہوگئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر، مولانا محمد عباس شاد اور جناب محمد آصف شریف بھی تھے۔ جب کہ استفادہ نشست نمازِ مغرب کے بعد بھی جاری رہی، جس میں احباب نے حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی، حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن، حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد، ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ اور جناب انیس احمد سجاد سے خانقاہی، تنظیمی اور موجودہ ملکی سیاسی و سماجی صورتِ حال، نیز دینی دعوت کی بہتر حکمتِ عملی کے حوالے سے سوال و جواب کے ذریعے استفادہ کیا۔ یہ نشست رات 10 بجے تک جاری رہی۔ اس کے بعد یہ حضرات بھی لاہور کے لیے روانہ ہوگئے۔

اس طرح قصور شہر کے لوگوں کے لیے بالعموم اور خانقاہ کے متعلقین کے لیے بالخصوص 25/ دسمبر 2017ء کا دن حضرت رائے پوری و دیگر حضرات کی آمد اور استفادہ نشستوں کی بہ دولت بہت ہی مفید اور بابرکت ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اولیاء اللہ کی ان مجالس اور نشستوں سے سیکھنے اور ان کے اثرات سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

رفتارِ کار

رپورٹ: انیس احمد سجاد، لاہور

ادارہ رحیمیہ لاہور میں تقریبِ تکمیل بخاری شریف کا انعقاد

۷/ رجب المرجب ۱۴۳۹ھ/ 25/ مارچ 2018ء بروز اتوار دن 11 بجے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں احادیثِ نبویہؐ کی عظیم الشان کتاب صحیح بخاری شریف کی تقریبِ تکمیل منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت جناب مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ صدر ادارہ رحیمیہ لاہور نے فرمائی۔ نظامت کے فرائض مولانا محبوب الرحمٰن انور نے سرانجام دیے، جب کہ تلاوتِ کلامِ پاک مولانا عبدالرؤف اور نعتِ رسولِ مقبولؐ کا شرف مولانا سیّد نفیس مبارک ہمدانی نے حاصل کیا۔ اس تقریبِ سعید میں حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری، حضرت مولانا قاضی محمد یوسف، جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ اور جناب شہزاد احمد شاہ سمیت لاہور اور ملک بھر سے کثیر تعداد میں احباب شریک ہوئے۔

تقریب کے آغاز میں سب سے پہلے حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر مدظلہٗ ناظم تعلیمات ادارہ رحیمیہ نے ''دینی علوم کے ارتقا میں ولی اللّٰہی اکابر کا کردار'' کے موضوع پر روشنی ڈالی۔ ان کے بعد دہلی ہندوستان سے تشریف لائے ہوئے حضرت مولانا محمد اعجاز عرفی قاسمی (صدر آل انڈیا تنظیم علمائے حق۔ انڈیا) کا خطاب ہوا۔ انھوں نے فرمایا کہ: ''احادیثِ نبویہؐ کا یہ مجموعہ ''صحاح ستہ'' عربوں تک محدود تھا۔ برصغیر میں سب سے پہلے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اسے لے کر آئے۔ آج پورے ایشیا، بلکہ پوری دنیا میں حدیث کی جو ترویج و اشاعت ہو رہی ہے، یہ خانوادۂ ولی اللّٰہی اور اکابرین علمائے دیوبند کی عظیم جدوجہد کا نتیجہ ہے۔'' انھوں نے مزید فرمایا: ''سہارن پور (انڈیا) کے ایک گاؤں میں حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کی خانقاہ 'خانقاہِ رائے پور سے حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ پاکستان تشریف لاتے ہیں اور یہاں پر ادارہ رحیمیہ اور خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کی تاسیس کرتے ہیں۔ وہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے علوم و معارف اور اُن کے افکار و خیالات کو پھیلانا اپنی زندگی کا مقصد اور نصب العین قرار دیتے ہیں۔ وہ اپنے بعد حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ کی صورت میں اپنا ایسا تربیت یافتہ جانشین تیار کر جاتے ہیں، جو آج اس پاکستان ہی نہیں، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ہندوستان، پاکستان، بنگلا دیش اور پورے برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے علوم و معارف اور اُن کے خیالات کا شاہ کار ہیں۔ وہ اس ولی اللّٰہی تسلسل کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ میری تمنا اور آرزو ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اُن سے کام لے اور اُن کی ذات کو حاسدین کے تمام شرور سے محفوظ رکھے۔ انھیں ترقیات سے نوازے۔ اور یہ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ رسول اللہؐ کی حدیث کے ترویج کا باعث ہو۔ ؎ ''تاحشر چمن میں قیامِ بہار ہو'' مولانا عرفی کے بعد حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ نے موضوع ''عصرِ حاضر میں احادیثِ نبویؐ کی ضرورت و اہمیت اور تقاضوں'' پر شرکا کی رہنمائی فرمائی۔ ان کے بعد حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے بخاری شریف کی آخری حدیث پر درس ارشاد فرمایا۔ آخر میں آپ کی دعا سے یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

www.rahimia.org

وسیم اعجاز، کراچی

امام المجاہدین حضرت اخوند عبدالغفور سواتیؒ

صوبہ خیبر پختون خواہ کے علاقے سوات وبُنیر کے مشہور مجاہدِ حریّت اور شیخِ طریقت حضرت اخوند عبدالغفور سواتیؒ عرف ''سیدو بابا'' ہیں۔ ان کی ولادت ۷/محرم الحرام ۱۲۱۱ھ/ 12/جولائی 1796ء میں عبدالواحد خان کے ہاں وادیٔ سوات میں ہوئی۔ اخوند آپؒ کا لقب ہے۔ یہ تورانی زبان کا لفظ ہے اور بہت بڑے متبحر عالم اور علامہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مالاکنڈ میں حفظِ قرآن کے بعد موضع گجرگڑھی کے مشہور عالم مولانا سید عبدالحکیم بخاریؒ سے ابتدائی کتب پڑھیں۔ اس کے بعد پشاور میں مولانا محمد عظیمؒ کی خدمت میں رہ کر فراغت حاصل کی۔

20 برس کی عمر میں تورڈھیر میں حضرت مولانا شاہ محمد شعیب تورڈھیرویؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی کی بھی تحصیل کی۔ مولانا شاہ محمد شعیبؒ مجاہدِ کبیر تھے۔ آئے دن سکھوں سے مقابلے ہوتے رہتے تھے۔ اسی دورانیے میں حضرت سیدو باباؒ نے اپنے شیخؒ سے سواری اور جنگ کے طریقے سیکھے تھے۔ 1822ء میں آپؒ بھی اپنے شیخؒ کے ساتھ سکھوں کے ساتھ ایک معرکے میں شریک تھے کہ حضرت شیخ شاہ محمد شعیبؒ شہید ہوگئے۔ ان کے وصال کے بعد باقی ماندہ لشکر کی سپہ سالاری کی ذمہ داری آپؒ نے ہی نبھائی۔

1827ء میں جب حضرت سیّد احمد شہیدؒ اس علاقے میں تشریف لائے تو مولانا عبدالغفور اخوندؒ نے پورا تعاون فرمایا اور ان کے ساتھ تحریکِ آزادی میں شریک ہوئے۔ جماعتِ مجاہدین کا سکھوں سے جب پہلا معرکہ پنجرہ کے مقام پر ہوا تو اس وقت بھی آپؒ سیّد احمد شہیدؒ کے شانہ بہ شانہ تھے۔ اس دوران آپؒ نے خوب جنگی جوہر دکھائے۔ سیّد احمد شہیدؒ کے ساتھ خفیہ جنگی مشقوں اور پلاننگ میں آپؒ ہر لمحہ شریک رہے اور گراں قدر مشوروں سے نوازا۔ سیّد احمد شہیدؒ کی شہادت کے بعد بھی جماعتِ مجاہدین کی جدوجہد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ عوام وخواص میں جدوجہدِ آزادی کی روح پھونکنے کی غرض سے آپؒ نے قبائلی علاقوں کے بھی دورہ جات کیے۔ اس مقصد کے لیے مہمند، خیبر، کُرم، وزیرستان اور افغانستان میں بھی قیام فرمایا۔

1845ء میں سیدو شریف کے مقام پر قیام کیا۔ وہاں درس وتدریس کا آغاز فرمایا۔ آپؒ کے قائم کیے گئے مرکز میں حفظِ قرآن، دارالعلوم، مجاہدین کا مرکز، اسلحہ کا کارخانہ اور طالبانِ حق کو ارشاد وتلقین کی تعلیم دی جاتی تھی۔ آپؒ کی شہرت اس قدر عام تھی کہ نہ صرف سرحد، بلکہ افغانستان، ایران، عراق اور شام سے بھی آپؒ سے عقیدت کے لیے لوگ آتے تھے۔ آپؒ نے اسلام کی عزت کی خاطر غلامی سے بچنے کی دعوت دی اور تنظیم سازی فرمائی۔ علما، مشائخ، پیرزادوں، خانوں، سرداروں اور رئیسوں کو جمع فرما کر آنے والے خطرات کو ان کے سامنے رکھا۔

1849ء میں سکھ حکومت کا خاتمہ تو ہوگیا، لیکن انگریز بیوپاریوں کی شکل میں ایک اور عذاب ہندوستان پر مسلط ہوگیا، جس کے اثرات نے اہل سرحد کو بھی اپنی لپیٹ میں لینا شروع کر دیا تھا۔ اسی سال 1849ء میں ہی انگریز پشاور پر بھی قابض ہو چکے تھے۔

جو شخص بھی آپؒ سے بیعت ہونے کے لیے آتا تو آپؒ شریعتِ محمدی ﷺ کی تابع داری اور بدعات ورسومات سے بچنے کا عہد لیتے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ عہد بھی لیتے تھے کہ انگریز اسلام کا دشمن ہے، اس کی ملازمت اختیار نہیں کرنی ہے۔

حضرت اخوندؒ نے اس علاقے میں انگریز سامراج کے خلاف جہادِ آزادی کی قیادت فرمائی تھی اور آپؒ کی ہی کوششوں سے علاقہ سوات وبُنیر میں قبائل کی ایک آزاد حکومت قائم ہوئی تھی۔ آپؒ کی خانقاہ مجاہدانہ خصوصیات کی حامل تھی۔ اس خانقاہ میں آزادی کے حصول کے لیے کی جانے والی کاوشوں کی روداد کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپؒ کے ایک خلیفہ قاضی سلطان محمودؒ ایک طویل سفر کرکے گجرات سے سیدو باباؒ کی خانقاہ پر پہنچے تو سیدو شریف کا حال بیان فرماتے ہیں کہ: ''جہاد کی ہر طرف تیاریاں ہورہی تھیں۔ لشکر جمع ہورہا تھا۔ روپیہ اور ہتھیار تقسیم ہورہے تھے۔ حضرت اخوند صاحب کی مسجد میں اٹھارہ انیس کارخانے قائم تھے اور ہتھیار بن رہے تھے۔ آپؒ اتنے مصروف تھے کہ قدم بوسی دُشوار تھی۔''

انگریزوں نے جب ایک علاقے ملکا پر غداروں کو ساتھ ملا کر حملے کا ارادہ کیا تو حضرت سیدو باباؒ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا۔ اس دوران انگریز کمشنر نے آپؒ کو ایک خط لکھ کر ڈرانے کی کوشش کی، جس کا آپؒ نے منہ توڑ جواب دیا۔ حضرت مولانا عبدالغفور سواتیؒ میں جذبۂ جہاد کا اس قدر غلبہ تھا کہ جنگِ امبیلہ 1863ء میں آپؒ نے انگریزی فوج کے ایک سپہ سالار جنرل چیمبرلین سابق وزیراعظم برطانیہ کے مقابلے پر جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے، وہ جدوجہدِ آزادی کی تاریخ کا سنہرا باب ہیں۔

امام المجاہدین حضرت اخوند عبدالغفور سواتیؒ عظیم المرتبت، عالم وفاضل، صوفی، درویش، ایک بلند پایہ سیاست دان، جذبہ حریت سے سرشار اور ملتِ اسلامیہ کے سچے خدمت گار تھے۔ ان کے جانشین حضرت میاں عبدالرحیم سہارن پوریؒ تھے۔ ان میں حضرت سیدو باباؒ کی روحانی اور سیاسی تربیت سے انگریز دشمنی کا جذبہ پیدا ہوا اور سلسلے کا فروغ ہوا۔ ان کے تربیت یافتہ اور جانشین حضرت عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ تھے۔ انھوں نے اس سلسلۂ عالیہ کے فروغ اور جدوجہدِ آزادی کے لیے بھرپور طور پر کردار ادا کیا۔ ان کا فیض سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کی صورت میں پورے تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔

حضرت سیدو باباؒ نے اپنی تمام عمر مسندِ ارشاد وتلقین اور دعوتِ اصلاح وتبلیغ اور جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف رہ کر ۷/محرم الحرام ۱۲۹۵ھ/ 12/جنوری 1878ء کو اس دارِ فانی سے عالمِ بقا کی جانب کُوچ فرمایا۔ آپؒ کا مزار مبارک سیدو شریف میں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حریت وآزادی کی حامل ان ہستیوں سے دلی وابستگی نصیب فرمائے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

www.rahimia.org

اہم اعلان اور خوش خبری

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کے "السعید بلاک" کا افتتاح

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ نے 2001ء میں قائم فرمایا تھا۔ الحمدللہ! گزشتہ دو عشروں میں حضرت اقدسؒ کی جدوجہد اور اُن کی تربیت یافتہ جماعت کی کاوشوں سے ادارے کے مقاصد و اہداف کے مطابق کام کی رفتار روز افزوں ترقی کی طرف گامزن رہی۔ جس کے باعث ادارے کی موجودہ تعمیر شدہ جگہ ناکافی ہوتی جا رہی تھی۔ خاص طور پر رمضان المبارک اور دورۂ تفسیر قرآن حکیم میں شرکت کے لیے آنے والے احباب کی کثرت سے آمد کی وَجہ سے جگہ بہت تنگ ہوگئی تھی۔ چناں چہ حضرت اقدسؒ کے آخری زمانے میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ ادارے کے متصل جگہ لے کر اس کی توسیع کی جائے۔ اس سلسلے میں آپؒ کے وصال سے چند ماہ قبل ایک قطعہ زمین خرید لیا گیا تھا۔ جس میں تعمیر کا آغاز کر دیا گیا۔ اور اسے

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ کی نسبت سے "السعید بلاک" نام دیا گیا۔

تعمیر کا آغاز؛ ۲؍ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ/ یکم؍جنوری 2017ء بروز اتوار کو ہوا۔

گزشتہ تقریباً ڈیڑھ سال کی تعمیری جدوجہد اور کاوش کے نتیجے میں اس بلاک کی تعمیر مکمل ہو رہی ہے۔ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ سے پہلے اس عمارت کی افتتاحی تقریب

۲۴؍شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ/ 11؍مئی 2018ء بروز جمعۃ المبارک

کو منعقد ہوگی۔ اس کا افتتاح حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتھم العالیہ جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ اور حضرت اقدسؒ کے مجازین؛ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن، حضرت سیّد مطلوب علی زیدی، حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی، حضرت ڈاکٹر سیّد لیاقت علی شاہ معصومی، حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن، حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر مدظلہم العالی اور ادارہ رحیمیہ کے اراکین و معاونین کے دستِ مبارک سے ہوگا۔ اس موقع پر ادارے کے اراکین اور خانقاہ کے متوسلین و متعلقین کا ایک عظیم اجتماع منعقد ہوگا۔

اس بابرکت موقع پر تمام احباب کو شرکت کی دعوت دی جا رہی ہے۔ آنے والے احباب اپنی آمد سے قبل دفتر ادارہ میں آنے کے اوقات سے ضرور مطلع فرمائیں، تاکہ بروقت انتظامات کیے جاسکیں۔ اپنی آمد کی اطلاع درجِ ذیل نمبرز پر دیں:

1۔ 042-36369089، 042-36307714 (دفتر ادارہ)

2۔ 0321-6455369 (ناظم دفتر ادارہ)

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال اگر فرض نماز کی دوسری رکعت میں سورتِ فاتحہ کے بعد سورت پڑھنا بھول جائیں تو کیا سجدۂ سہو سے نماز ہو جائے گی؟

جواب مطلق قراءت فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں فرض ہے۔ یعنی سورتِ فاتحہ اور کوئی بھی سورت یا 3 آیات کی مقدار قرآن مجید کی تلاوت کر لی تو فرض ادا ہو جاتا ہے، مگر واجبات میں سورتِ فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سورت پڑھنا بھی شامل ہے۔ بھول کر واجب چھوٹ جانے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔ اگر سجدۂ سہو کر لیا جائے تو نماز مکمل ادا ہو جائے گی۔

سوال مردوں کے لیے سونے چاندی کی انگوٹھی پہننا کیسا ہے؟

جواب سونے کی انگوٹھی مردوں کے لیے پہننا حرام ہے، البتہ چاندی کی انگوٹھی جس کا وزن ایک مثقال سے کچھ کم ہو، اس کو نگینہ یا بغیر نگینہ دونوں طرح پہنا جا سکتا ہے۔ مثقال کا وزن مروّجہ اوزان کے مطابق 4.25 گرام ہے۔

سوال ہمارے قبیلے کے لوگ دور سفر میں کسی فرد کے فوت ہونے پر اجتماعی فنڈ رضا کارانہ طور پر اکٹھا کرتے ہیں، جس کا مقصد میت کی تدفین وغیرہ میں خرچہ برداشت کرنا اور میت کے گھر والوں کے ساتھ تعاون کرنا ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں کیا یہ عمل جائز ہے؟ کلیم اللہ خان چشتیاں

جواب بخاری شریف کی مشہور حدیث "غزوة العسرة" یا "غزوة الخبط" جس کو امام بخاری تقریباً 7 جگہ مختلف ابواب میں بیان کرتے ہیں، جس میں یہ ہے کہ حضرت ابوعبیدہ کی امامت میں 300 کے لشکر کے پاس جب توشۂ سفر ختم ہونے لگا تو حضرت ابوعبیدہ نے سب شرکا سے کھجوریں لے کر دو تھیلوں میں جمع کر لیں۔ روزانہ ان کو ایک ایک کھجور تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ بخاری کی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اشربین کی تعریف فرمائی کہ نوائب میں مشترکہ اخراجات و نفقات کا بندوبست کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس خوبی کو پسند فرمایا۔ چناں چہ اس بنا پر رضا کارانہ طور پر قبیلے کے لوگوں کا مشترکہ فنڈ سے میت کی تدفین کے اخراجات کا بندوبست کرنا اور اس فنڈ سے اہل میت کا تعاون کرنا جائز، بلکہ مستحسن ہے۔

سوال انٹرنیٹ پر قرآن مجید پڑھانا اور اس کی اجرت وصول کرنا شرعی طور پر کیسا ہے؟

جواب انٹرنیٹ پر قرآن مجید پڑھانا اور اس کی اجرت وصول کرنا شرعی طور پر جائز ہے۔

www.rahimia.org

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "رحیمیہ"، رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔